Regd. No. L 5256 — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۶

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ الفضل ربوہ

فی پرچہ ۲؎

یوم:۔ سہ شنبہ

جلد ۴۴/۹ | ۴ صلح ۱۳۳۴ھش ★ ۴ جنوری ۱۹۵۵ء | نمبر ۳

اخبار احمدیہ

ربوہ ۳ جنوری۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی صحت کی اطلاع منظہر ہے:۔

"سخت نزلہ ہے"

اس سے قبل ۲ جنوری کو صحت کے متعلق دریافت کئے جانے پر حضور نے فرمایا

"سخت نزلہ اور کھانسی ہے"

احباب حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

اگر ہم نے چند ایک اور مشن قائم کر لئے تو بیک وقت ہم پوری دنیا تک اپنی آواز پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے

اللہ تعالےٰ نے ہمارے ذریعے سے اسلام کو دوبارہ دنیا میں پھیلانے کا فیصلہ فرمایا ہے

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی تقریر کا خلاصہ

جلسہ سالانہ کے موقع پر مورخہ ۲۷ دسمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے جو تقریر فرمائی اس کے اپنے الفاظ میں خلاصہ کی تیسری قسط درج ذیل کیجاتی ہے

(مرتبہ:۔ خورشید احمد)

تحریک جدید کی اہمیت

حضور نے احباب کو تحریک جدید کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ دوستوں کو ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جوں جوں ہمارا ہمارا کام بڑھے گا لازماً ہمارا بوجھ بھی بڑھتا جائیگا اللہ تعالےٰ نے ہمارے سپرد اتنا عظیم الشان کام کیا ہے کہ کم از کم موجودہ زمانہ میں دنیا کے پردے پر اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔ اور جب کام اتنا بڑا ہے تو لازماً تمہارے فرائض اور بوجھ بھی اتنے ہونے چاہئیں۔ جن کی مثال نہ مل سکے۔ سچی بات یہ ہے کہ تم جتنا بھی چندہ دیتے ہو اتنا ہی اپنے آپ کو اور چندہ دینے پر مجبور کرتے ہو۔ کیونکہ تمہارے چندے سے نئے مشن کھولے جائیں گے۔ اور ان مشنوں کے قیام کے بعد ان کیلئے اخراجات اور مزید لٹریچر کی ضرورت پڑے گی۔ جو بہرحال تمہارے چندے سے ہی پوری ہو گی۔ پس ہمیشہ یاد رکھو کہ جوں جوں کام بڑھتا جائے گا۔ چندہ بھی اُسی نسبت سے بڑھتا چلا جائے گا۔

فرمایا تم میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں۔ اور بعض تو زبان پر بھی یہ بات لے آتے ہیں کہ چندے کے بوجھ کو بڑھایا جا رہا ہے۔ لیکن جب میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ خلیفہ خدا بناتا ہے تو مجھے اس امر پر بھی یقین ہے کہ خلیفہ کوئی ایسی بات پیش نہیں کر سکتا۔ جسے پورا نہ کیا جا سکے۔ یہ الگ بات ہے کہ تم اپنی غفلت کی وجہ سے اسے پورا نہ کرو۔ مگر جو کام خلیفہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہے تمہارے لئے ناممکن نہیں ہو سکتا۔ اور تمہاری طاقت سے باہر نہیں ہو سکتا۔

ہمارا تبلیغی نظام

حضور نے جماعت کی تبلیغی مساعی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا۔ اب ہمارا تبلیغی نظام اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسے رنگ میں قائم ہو گیا ہے کہ اگر ہم نے چند ایک اور مشن قائم کر لئے تو ان کے ذریعہ بیک وقت پوری دنیا تک ہم اپنی آواز پہونچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ اس کے بعد صرف اس امر کی ضرورت رہ جائے گی کہ ہم اپنے مشنوں کو لٹریچر مہیا کریں اور اہم ممالک میں مساجد تعمیر کر دیں اگر ہم اس کام میں کامیاب ہو جائیں تو پھر دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اب اسلام سنجیدگی کے ساتھ عیسائیت کے مقابل پر آ گیا ہے

اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ اسلام کو سربلند کرے گا

حضور نے فرمایا ایک زمانہ وہ تھا۔ جب دنیا میں اسلام کی آواز کو پھیلانے والا اور اس کی اشاعت کرنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ اب اللہ تعالےٰ نے تمہارے اور صرف تمہارے ذریعہ سے اسلام کو دوبارہ دنیا میں سربلند کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے اور تم ہی وہ جماعت ہو جو ان برکات کی حامل ہو گی۔ جو اسلام کی خدمت کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ عطا فرمایا کرتا ہے۔ اس وقت جس رنگ میں تمہاری کوششوں اور قربانی کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا سامان ہو رہا ہے۔ وہ صاف بتا رہا ہے کہ روز بروز تم کامیابی سے قریب اور قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہو

یہ آگے بڑھنے کا وقت ہے

حضور نے فرمایا۔ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اس کا دیباچہ اور اسلام کی تائید میں جو دیگر لٹریچر ہماری طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ وہ یورپ میں نہایت خوشگوار اثر پیدا کر رہا ہے۔ اس وقت تک جو رپورٹیں مل رہی ہیں۔ وہ یہی ہیں کہ اب اسلام کے شدید سے شدید دشمن بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ ہمارے لٹریچر کے ذریعہ اسلام ایسے رنگ میں حملہ آور ہوا ہے۔ کہ اس کا رد کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ حضور نے بتایا ۱۹۱۷ء میں یعنی آج سے سنتیس ۳۷ برس قبل جبکہ انگریزی ترجمہ قرآن مجید کا پہلا پارہ ہم نے شائع کیا تھا۔ دو عیسائی قادیان آئے۔ واپس جا کر انہوں نے لکھا کہ اسلام اور عیسائیت کی آئندہ جنگ ہندوستان کے ایک چھوٹے سے قصبے قادیان میں لڑی جائے گی۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب کہ ابھی دنیا تمہارے وجود کو جانتی نہ تھی۔ اور یورپ میں تمہارے مشن نہ ہونے کے برابر تھے۔ مگر آج یہ کیفیت ہے کہ دنیا تمہارے نام سے اور تمہارے کام سے واقف ہو چکی ہے۔ اور تمہارے مشنوں کا ایک وسیع جال دنیا بھر میں پھیل چکا ہے۔ اب تم اللہ تعالےٰ کے فضل سے ایسے مقام پر پہونچ چکے ہو۔ جب کہ تم دنیا میں متعارف ہو چکے ہو۔ ایسے مقام پر پہنچ کر اگر تم نے قدم پیچھے ہٹایا تو یہ انتہائی قابل افسوس امر ہو گا۔ یہی تو آگے بڑھنے کا وقت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سینکڑوں سال بعد تمہارے لئے ایک خاص عزت برکت اور رحمت حاصل کرنے کا موقع پیدا فرمایا ہے۔ اگر تم نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو یہ انتہائی بدقسمتی ہو گی۔

تبلیغ اسلام سب سے مقدم اور اہم کام ہے

حضور نے فرمایا۔ میں خصوصیت سے نوجوانوں کو تحریک جدید کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور ان سے امید کرتا ہوں کہ جہاں وہ اپنے ملک میں حسن خلق کا ایسا مظاہرہ کریں گے کہ غیر بھی ان پر رشک کریں۔

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس میں طبع کرا کر ربوہ سے شائع کیا۔

وہاں وہ تحریک جدید کے ذریعہ دیگر ممالک میں تبلیغ اسلام کے کام میں بھی اپنا قدم آگے سے آگے بڑھاتے چلے جائیں گے۔ اسلام کی تبلیغ کا کام سب سے بڑا سب سے اہم اور سب سے مقدم ہے۔

یہ درست ہے کہ آج دوست اور دشمن کوئی بھی یہ قیاس نہیں کر سکتا۔ کہ دنیا میں اسلام غالب آسکتا ہے۔ یا یہ کہ ربوہ سے وہ لوگ نکل سکتے ہیں۔ جو نیویارک اور لنڈن میں جاکر باطل کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن ہم جانتے ہیں۔ اور علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ قابلیت اور لیاقت رکھی ہے۔ کہ تم اس عظیم الشان کام کو سرانجام دے سکو۔ اور اب تو خود وہ لوگ بھی اس امر کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ٹوئن بی (Toynbee) اس زمانہ کا ایک مشہور برطانوی مورخ ہے۔ اس کی قابلیت اور شہرت اتنی ہے۔ کہ اب اسے گبن کا درجہ دیا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی تاریخ کی ایک کتاب میں جو حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ یہ لکھا ہے۔ کہ تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بسا اوقات انقلاب ایسی جگہ سے رونما ہوا کرتا ہے۔ جس کا پہلے وہم و گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد اس نے احمدیت کا ذکر کیا ہے۔ (اگرچہ اس نے ساتھ بہائیت کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ غلطی سے اسے بھی اسلام کی ایک شاخ سمجھتے ہیں) اور اس امکان کا اظہار کیا ہے کہ کوئی عجب نہیں۔ کہ آئندہ چل کر احمدیت ہی ساری دنیا پر غالب آجائے۔

حضور نے فرمایا۔ پس آج نہ صرف ہمیں بلکہ غیروں کو بھی تمہاری کامیابی کا امکان نظر آنے لگ پڑا ہے۔ اور اگر تم ہمت اور استقلال کے ساتھ اسلام کی خدمت کرتے چلے جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق ضرور تمہیں باطل کو شکست دینے کی توفیق دیگا۔ مجھے تعجب ہوتا ہے ان نوجوانوں پر جو اس کام کے لئے چند پیسوں کی قربانی سے بھی ہچکچاتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ کام تو اتنا عظیم الشان ہے۔ کہ اس کی خاطر اگر اپنے بیوی بچوں کو بھی ذبح کرنا پڑے۔ تو اس سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیئے۔

پس میں پھر نوجوانوں سے کہتا ہوں۔ کہ وہ قربانی کے میدان میں یہ ثابت کر دیں۔ کہ ان کا قدم پیچھے کی طرف نہیں بلکہ آگے بڑھ رہا ہے بے شک کچھ عرصہ کے لئے مسلسل قربانی کرنی پڑے گی۔ اور مصائب بڑھتے جائیں گے۔ لیکن آخر وہ وقت آجائیگا۔ جبکہ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتریں گے۔ اور وہ کہیں گے۔ کہ بس اب تمہارا امتحان ہو چکا۔ اب اللہ تعالیٰ کی نظر میں تم اسلام کی شان کو دنیا میں قائم کرنے والے قرار پا چکے ہو۔ (باقی)

اپنا تدریجی بجٹ پورا کرنے کی طرف فوری توجہ فرماویں

صدر انجمن احمدیہ کے مالی سال رواں کا آٹھواں ماہ گزر چکا ہے۔ لیکن اکثر جماعتوں کے ذمہ ابھی تدریجی بجٹ کے مقابلہ میں کافی بقایا ہے۔ اس لئے جملہ امراء و سیکرٹریان مال کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ جملہ بقایا داران سے ان کا بقایا وصول کرنے کی پوری سعی فرماویں۔ اور جس قدر چندہ وصول ہو۔ وہ جلد تر مرکز میں ارسال کر دیں۔

(ناظر بیت المال ربوہ)

درخواست دعا

میرے چچازاد بھائی چودھری محمد اسحاق صاحب ایک قتل کے کیس میں ماخوذ ہیں۔ احباب ان کی بریت کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔ خاکسار (ملک) محمد رفیق مہتمم ذہانت و صحت جسمانی خدام الاحمدیہ مرکزیہ

اخبار ربوہ

ماہِ دسمبر میں انڈونیشیا کی جماعتوں کے نائب صدر مسٹر ہدایت راوڈین صاحب اور جناب شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ و مکرم ملک مبارک احمد صاحب و مسٹر حنیف یعقوب صاحب کی آمد کی وجہ سے مختلف تقاریب پیدا ہوئیں۔ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۵۴ء بعد نماز مغرب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آنے والے معزز مہمانوں اور مبلغین کے اعزاز میں کھانے کی دعوت دی۔ جس میں دیگر متعدد احباب کو بھی مدعو کیا گیا۔ اس موقعہ پر حضور آنے والے دوستوں سے ان کے ممالک کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

۱۹ دسمبر کو ربوہ کی مقامی جماعت کے تمام محلہ جات کی طرف سے مشترکہ ٹی پارٹی معزز مہمانوں کی آمد کی تقریب میں دی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی ازراہِ کرم شمولیت فرمائی۔ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے بعد مولانا مولوی ابوالعطاء صاحب جنرل پریذیڈنٹ نے چاروں اصحاب کی آمد پر مقامی جماعت کی طرف سے خوش آمدید کہا۔ اور ربوہ کے اشاعت اسلام کے مرکز میں آنے اور دینی خدمات بجا لانے پر انہیں مبارکباد کہا۔ مسٹر ہدایت راوڈین صاحب نے جماعت انڈونیشیا کی طرف سے تمام احباب جماعت کو السلام علیکم پہنچایا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ ان کی ڈچ تقریر کا ترجمہ مسٹر عبد العزیز صاحب متعلم جامعۃ المبشرین نے سنایا۔ مکرم جناب شیخ ناصر احمد صاحب نے یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی مشکلات کا مختصر ذکر کیا۔ مکرم ملک مبارک احمد صاحب نے عربی زبان کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ مسٹر حنیف یعقوب صاحب نے کہا۔ کہ جماعت احمدیہ کی قربانیوں کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ ہم تک احمدی مبلغین نے وہ آواز پہنچائی ہے جس سے ہماری روح کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ ہم چاہتے تھے۔ کہ خدا کا کلام سنیں۔ اور اس کی پیار کی باتوں سے اپنے دلوں کو شاد کریں۔ علماء ہمیں مایوس کرتے تھے احمدیت نے ہماری روحوں کو یہ امید افزا پیغام دیا ہے۔ کہ خدا آج بھی بولتا ہے۔ جیسے کہ پہلے بولتا تھا۔ ان سب تقاریر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے درد کمر کی وجہ سے بیٹھے بیٹھے تقریر فرمائی اور آپ نے چاروں تقریروں کے متعلق اظہار خیال فرمایا۔ حضور نے انڈونیشیا سے جماعت کے تعلق اور محبت کا اظہار فرماتے ہوئے کہا۔ کہ افغانستان کے بعد یہ پہلا ملک ہے۔ جہاں کے باشندے جماعت کی صورت میں دین سیکھنے کے لئے مرکز سلسلہ قادیان میں آتے تھے۔ اب وہاں ہزاروں کی جماعت قائم ہے۔ حضور نے اہلِ یورپ کی مادی ترقی اور ان کا اس ترقی کو ہی بڑا کارنامہ قرار دینے کے سلسلہ میں فرمایا۔ کہ ان کے بارہ میں ہی قرآن مجید کی یہ پیشگوئی ہے۔ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُہُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ پس یہ حالت خود صداقت اسلام کی دلیل ہے۔ حضور نے عربی زبان کو یاد رکھنے اور اپنانے کی طرف بھی اختصار سے توجہ دلائی۔ بالآخر حضور نے فرمایا۔ کہ درحقیقت انسان کی زندگی کا اصل مقصد یہی ہے۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی محبت بھری باتیں اپنے کانوں سے بھی سن سکے۔ یہ اسلام کے زندہ ہونے کا بہترین ثبوت ہے۔ کہ اس نے اس دروازہ کو کھلا قرار دیا ہے۔

مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۵۴ء کو معزز مہمانوں اور مبلغین کے اعزاز میں بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں دعوت چائے دی گئی۔ اکل و شرب کے بعد مکرم جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے ایڈریس پیش فرمایا۔ اور جملہ دوستوں نے باری باری اپنے جواب میں ملکی حالات اور تبلیغی مساعی کے تذکرہ کے ساتھ ساتھ دعا کے لئے بھی درخواست کی۔ مسٹر ہدایت راوڈین کی انڈونیشین تقریر کا ترجمہ مکرم صالح الشیبی صاحب متعلم جامعۃ المبشرین نے کیا۔ آخر میں صدر جلسہ جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے اس طرف توجہ دلائی۔ کہ ہمیں تبلیغ کے لئے خاص جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تقریب میں متذکرۃ الصدر چار احباب کے علاوہ حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی اور مکرم مولوی محمد صالح صاحب مغربی افریقہ کی خدمت میں بھی ایڈریس پیش کیا گیا تھا۔ دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔

مورخہ ۱۷ دسمبر جمعہ کے روز لوکل جماعت کے زیر اہتمام مسجد مبارک میں نماز جمعہ کے بعد ایک عمومی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں چاروں دوستوں نے اپنے اپنے ملک کے حالات اور اپنے اپنے ملک کی تبلیغی مشکلات کا مفصل تذکرہ کیا۔ اور اپنے اپنے ہاں کے احمدیوں کی طرف سے جماعت کو السلام علیکم پہنچایا۔ آخر پر صدر جلسہ مولانا ابوالعطاء صاحب نے مختصر تقریر کی۔ اور جلسہ دعا پر ختم ہوا۔

۱۹ دسمبر کی شام کو چناب ایکسپریس سے مکرم مولوی عبد الواحد صاحب سماٹری مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ مرکز میں تشریف لائے۔ باوجودیکہ گاڑی دو گھنٹے لیٹ تھی۔ مگر جماعت کے بزرگوں اور نوجوانوں کا ایک جمِ غفیر ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر موجود تھا۔ وکالت التبشیر کی طرف سے مکرم مولوی صاحب کو ہار پہنائے گئے۔ اور انہوں نے تمام احباب سے فرداً فرداً مصافحہ کیا۔ مولوی صاحب موصوف چھ ماہ کے لئے مرکز سلسلہ میں آئے ہیں۔ —— ۱۹ دسمبر بروز اتوار ساڑھے آٹھ بجے صبح مکرم ملک مبارک احمد صاحب نے جو ابھی ملک شام سے واپس آئے ہیں۔ جامعۃ المبشرین میں عربی زبان میں "الاخوان المسلمون" کے موضوع پر پون گھنٹہ تقریر کی۔ تقریر کے بعد جامعۃ المبشرین کے سات طلبہ نے عربی زبان میں ملک صاحب موصوف سے مختلف استفسارات کئے۔ جن کے انہوں نے جواب دیئے۔ اس سوال و جواب سے مجلس میں بہت دلچسپی پیدا ہو گئی۔ آخر پر پرنسپل صاحب جامعۃ المبشرین نے آئندہ بننے والے مبلغین کو عربی تقریر میں اس طرف توجہ دلائی۔ کہ اسلام کی تبلیغ کے راستہ میں بہت بڑی مشکلات ہیں۔ آپ لوگوں کو بلند ہمتی، پختہ عزم اور پوری محنت سے ان مشکلات پر غالب آنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تا اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہو۔ اور اسلام سارے ادیان پر پوری طرح غالب آجائے۔

(نامہ نگار)

روزنامہ الفضل ربوہ
مورخہ ۴؍جنوری ۱۹۵۴ء

افلا تعقلون

مکرم قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔ اے صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی نے اپنی فاضلانہ تقریر میں جو آپ نے پچھلے جلسہ سالانہ پر "عقیدہ وجود باری تعالیٰ پر اہل نفسیات کے اعتراضات" کے موضوع پر فرمائی۔ اس میں آپ نے اس امر کی وضاحت بڑی خوبی سے کی ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ جو باری تعالیٰ کی ہستی کا علم ہوتا ہے۔ وہ انبیاء کے ذاتی تجربہ سے انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی بنیاد سائنس یا فلسفہ کی طرح محض عقل انسانی کے ذریعہ حاصل کردہ علم پر نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"شروع زمانے سے کچھ لوگ اپنے علوم اور اپنے عقائد کی بنیاد کلی طور پر طبعی اور ظاہری باتوں پر رکھتے رہے ہیں اور کچھ لوگ اسے ناکافی سمجھتے رہے ہیں۔ ان میں ہمیشہ ہی کشمکش رہی ہے۔ فرق صرف انبیاء کے وجود سے پڑتا ہے۔ انبیاء آکر ایک زائد بات کہتے رہے ہیں اور وہ یہ کہ ہم جو آپ کو ایک ماوراء ہستی کی خبر دیتے ہیں۔ اور اس جہان سے آگے ایک اور جہان کی طرف آپ کو بلاتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ ہم نے عقل سے ایسا معلوم کیا ہے بلکہ اس لئے کہ عقل سے جو کچھ معلوم ہوا سو ہوا۔ ہم نے خود اس ماوراء الوراء ہستی سے خبر پاکر یہ تعلیم آپکے سامنے پیش کی ہے۔" (الفضل ۲ جنوری ۱۹۵۵ء)

یہ علم انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی صداقت کا ایک معیار وہ وعدے ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور جن میں سے بعض خود انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں ضرورت کے مطابق پورے ہو جاتے ہیں۔ اور بعض بعد میں اپنے وقت پر پورے ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں انبیاء علیہم السلام جو پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ ان کا پورا ہونا بھی ایک نہایت روشن دلیل ان کی سچائی کی ہوتی ہے۔ کہ وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نام سے کہتے ہیں وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اور واقعی ایسی ہستی کا وجود ہے۔ جو انہیں خبر دیتی ہے۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں خود باری تعالیٰ کی ہستی کا ایک عظیم ثبوت ہوتی ہیں۔ اور اس تمام تعلیم کے اس ہستی کی طرف سے ہونے کا ایک ظاہر ثبوت ہوتی ہیں۔ جو انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

ایک واضح مثال کے طور پر قرآن کریم کی وہ پیشگوئی ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایران پر روم کے غلبہ کے متعلق کی۔ جب یہ پیشگوئی کی گئی۔ اس وقت ایران نے روم پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اور حالات ایسے تھے کہ یہ بات کسی کے سان گمان میں بھی نہیں آسکتی تھی۔ کہ روم پھر جلد ہی ایران پر غالب آجائیگا۔ یہاں تک کہ قریش اس کا ٹھٹھا اڑاتے تھے۔ جب یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوگئی۔ جس طرح قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ تو اس سے باری تعالیٰ کی ہستی کا ایک بدیہی ثبوت مل گیا۔ غور و فکر کرنے والی طبائع پر واضح ہو گیا۔ کہ کوئی ایسی ہستی موجود ہے جس نے قبل از وقت ایسے واقعہ کی خبر دے دی تھی۔ جس کے وقوع پذیر ہونے کے بظاہر کوئی آثار نہیں تھے۔ بلکہ ایسے حالات تھے جو اس کے ظہور کی نفی کرتے تھے۔

قرآن کریم اور احادیث نبوی میں بہت سی پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عین حیات میں ہی پوری ہوگئیں اور بہت سی ایسی ہیں جو آپ کی وفات کے بعد قریب کے زمانہ میں پوری ہوئیں۔ اور بہت سی ایسی ہیں جو بعد کے زمانوں میں اپنے وقت پر پوری ہوتی آئی ہیں۔ اور بہت سی ایسی ہیں جو ہمارے زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور جو آج پوری ہو رہی ہیں۔ اور بہت سی آئندہ پوری ہونے والی ہیں۔

نہ ماننے والے ضد کی وجہ سے نہ مانیں تو اور بات ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ اور آج بھی پوری ہو رہی ہیں۔ جو غور و فکر سے معلوم ہو سکتی ہیں نہ ماننے والوں کے پاس انکار کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ وہ بلا دلیل اپنی ضد پر اڑے چلے جاتے ہیں روشن نشان دیکھتے ہیں مگر جان بوجھ کر ان سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ مکرم قاضی صاحب ایسے لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں۔

"جب فرائیڈ کے ارتقائی یا خیالی ارتقاء پر اس طرح جرح کی جاتی ہے اور انبیاء کے وجود کو اور ان کی اس شہادت کو پیش کیا جاتا ہے۔ جو انہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز سنکر اپنی اپنی قوم کے سامنے دی کہ خدا ہے۔ اور یہ خدا کی آواز ہے جو انہوں نے سنی ہے۔ اور آگے سنائی ہے۔ تو فرائیڈ کے ماننے والے کہہ دیتے ہیں۔ کہ انبیاء تو سب دماغی مریض ہوتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے بھی وہ دلیل کوئی نہیں دیتے۔ اپنی اس شہرت اور اثر سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو انہیں اپنے علم کی حدود میں حاصل ہوتا ہے۔ کیا صرف اس لئے وہ دماغی مریض بن گئے۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز سنی اور سچائی کی تڑپ نے اور لوگوں کی خیرخواہی نے انہیں مجبور کیا۔ کہ وہ اعلان کریں کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی آواز سنی ہے؟ اگر مدعی الہام (اگرچہ وہ دعوے میں سچا بھی ہو) صرف اس لئے دماغی مریض ہے کہ اس نے الہام کا دعوےٰ کیا ہے۔ تو پھر فرائیڈ کا دعوےٰ تو کبھی بھی اور کسی دلیل سے بھی غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔" (الفضل ۲/۱)

قاضی صاحب نے یہ درست فرمایا ہے کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو نعوذ باللہ جھٹلانے کے لئے کوئی دلیل نہیں رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ لوگ ان وعدوں پر غور کریں جو انبیاء علیہم السلام نے کئے اور پورے ہوئے تو وہ ان کی صداقت کا انکار نہیں کر سکتے۔ مگر وہ ان پر کبھی غور ہی نہیں کرتے۔ وہ یہ سوچتے ہی نہیں کہ ایک شخص جس کے پاس کوئی دنیاوی ذرائع نہیں۔ جو ہر طرح سے بالکل کمزور ہوتا ہے ساری دنیا کے مقابلہ میں یہ دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ

كتب الله لاغلبن انا ورسلی

یعنے اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی کامیاب ہوں گے۔ اور واقعۃً ایسا ہی ہو جاتا ہے۔ تو یہ کس طرح ہوتا ہے؟ کیوں ہوتا ہے؟ پھر یہ انفرادی واقعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے بیسیوں نہیں پچاسوں پچاسوں نہیں سینکڑوں ہزاروں نشان ایسے ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور پورے ہوئے ہیں۔ اگر یہ لوگ ان پر غور کریں۔ تو خود ان کی عقل ہی انہیں مجبور کر دے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی صداقت کو مانیں اور ان کے تجربہ اور مشاہدہ کی بناء پر باری تعالیٰ کے وجود پر ایمان لائیں۔ مگر وہ اپنی عقل کو استعمال کرنے کی بجائے عقلیت پرستی میں غرق ہو جاتے ہیں اور اتنے اندھے ہو جاتے ہیں۔ کہ وہ ایسی روشن اور درخشندہ دلیل کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جو انبیاء علیہم السلام کی پوری ہونے والی پیشگوئیاں پیش کرتی ہیں۔

آج سے نصف صدی پہلے جب ان واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے کوئی آثار تک موجود نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ جس کا دعوےٰ تھا۔ کہ میں امتی نبی ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ سے خبر ملتی ہے صاف لفظوں میں خبر دیتا ہے۔ کہ

"اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں۔ اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷)

کیا یہ واقعات جن کا اس عظیم پیشگوئی میں ذکر کیا گیا ہے اسی شان اور اسی ترتیب سے وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ جس ترتیب سے انہیں بیان کیا گیا ہے۔ کیا کوئی سیاست دان کوئی سائنسدان۔ فلسفی یا کوئی نجومی ایسی پیشگوئی کر سکتا ہے؟ پھر یہ ایک ایسا انسان پیش کرتا ہے۔ جو نہ سیاست دان ہے نہ سائنسدان نہ فلسفی نہ نجومی پھر یہ علم کہاں سے آیا؟ کیا یہ اس صداقت کا بیّن ثبوت نہیں۔ کہ یہ خبر اسے اللہ تعالیٰ نے دی ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوا ہے؟ اور کوئی ایسی ہستی موجود ہے جس نے اس کو یہ خبر دی؟ کیا یہ ان تمام باتوں کا ثبوت نہیں؟ کیا یہ ایسی بات ہے جو ہماری عقل میں نہیں آسکتی؟ سوال یہ ہے کہ دماغی بیماری کس کو ہے؟ افلا تعقلون

عقیدہ وجود باری پر اہل نفسیات کے اعتراض اور ان کے جواب

(۲)

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مکرم جناب قاضی محمد اسلم صاحب صدر شعبہ نفسیات کراچی یونیورسٹی نے جو تقریر فرمائی اس کا بقیہ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے

جب فرائیڈین لٹریچر اس غرض سے دیکھا جائے۔ تو بہت مشکل سے ان سوالوں کا جواب ملتا ہے۔ ہاں ان کی طرف سے کچھ علامتیں ضرور بیان کی جاتی ہیں۔ یاد رہے کہ جب فرائیڈ کو ماننے والے یہ علامتیں بیان کرتے ہیں اس وقت وہ انبیاءؑ کو بھولے ہوئے ہوتے ہیں۔ ورنہ شاید وہ کوئی ایسی علامتیں بیان کریں۔ جو اس لحاظ سے بھی انہیں فائدہ دے جائیں۔ لیکن مذہبی شخصیتیں ان کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اور مذہب سے مقابلہ مدنظر نہیں ہوتا۔ جب وہ اپنے مخصوص تجربات کی بنا پر یہ بتانے لگتے ہیں۔ کہ دماغی مرض کیا ہے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ دماغی مرض اس وقت سمجھا جائیگا جب مریض دوسروں کے تعلقات میں فیل ہونا شروع ہو جائے۔ اپنے دوستوں سے تعلقات نہ رکھ سکے۔ رشتہ داروں سے صحیح معاملہ نہ کر سکے۔ (یاد رہے کہ دماغی نقص جو شدید قسم کا ہوتا ہے۔ اسے ہر شخص پہچان لیتا ہے۔ یہاں ان نقصوں کا ذکر ہے۔ جو باریک قسم کے ہوتے ہیں۔ جن کی پہچان کے لئے باریک قرائن کی ضرورت ہے۔ آخر انبیاءؑ کو جو دماغی مریض بتائے گا۔ اس کا مطلب یہی ہوگا۔ کہ الہام کا دعویٰ ایک باریک قسم کا دماغی نقص ہے) تو ایک علامت یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ کوئی شخص ذاتی تعلقات میں ناکام ہونا شروع ہو جائے۔

دوسری علامت یہ بتائی جاتی ہے۔ اس کی خواہشوں اور اس کی کوششوں میں کوئی جوڑ نہ رہے۔ یا ان میں ضروری مناسبت نہ ہونا یا نہ رہے۔ تیسری علامت یہ بتائی جاتی ہے۔ کہ اس کی بشاشت میں کمی آجائے۔ یعنی جن چیزوں سے خوش ہونا چاہیئے۔ ان سے خوشی حاصل نہ کر سکے۔ بعض دفعہ ان علامتوں کو جمع کرکے ایک ہی علامت بیان کر دی جاتی ہے۔ اور کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ جس شخص کو روزمرہ کے معاملات سے اور واقعات سے ضرورت سے زیادہ تشویش محسوس ہو وہ دماغی مریض ہے۔ گویا تشویش یعنی معیار سے زیادہ تشویش دماغی مرض کی علامت ہے۔ اب دماغی مرض کی اگر یہ علامتیں ہیں۔ تو ان سے مریضوں کی شناخت میں تو ضرور کچھ فائدہ ہوتا ہوگا۔ لیکن ان سے انبیاءؑ کا مریض ہونا کیسے ثابت ہو گیا؟ انبیاءؑ تو خدا کے فضل سے ان نقائص اور ان کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعے تو دوسرے ان کمزوریوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ اور دنیا میں آرام پاتے ہیں) آخرت کا آرام اس کے علاوہ ہے۔ لیکن اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس دنیا کا آرام دلیل کے لئے کافی ہے) اگر کوئی کہے۔ کہ انبیاءؑ کے ماننے والوں کو قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ اور دکھ سہنے پڑتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے۔ کہ یہ قربانیاں اور یہ دکھ وہ اکراہ سے نہیں بلکہ مرضی سے اور خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ ان کی بشاشت ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ وہ اپنی خواہشوں اور اپنی کوششوں میں ہمیشہ ایک جوڑ قائم رکھتے ہیں۔ اور اپنوں اور بیگانوں سے۔ دوستوں سے۔ رشتہ داروں سے۔ پڑوسیوں سے۔ درجہ بدرجہ سلوک کرنا جانتے ہیں۔ بلکہ من حیث الجماعت دوسروں سے اس لحاظ سے زیادہ سمجھدار اور زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ بلکہ جو ان کے مخالف ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو حتی الوسع ان کے قریب بھی نہیں آنے دیتے۔ کیونکہ ان کے اخلاق کا ان کی دماغی لیاقتوں اور اسی قسم کے اور آثار کا دوسروں پر اثر ہو جاتا ہے۔

فرائیڈ نے خود لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو جنسی یا ازدواجی زندگی میں اطمینان ہے اور اسے اپنے کام میں بھی اطمینان ہے۔ تو وہ دماغی لحاظ سے صحت مند ہے۔ یہ معیار بھی کوئی ایسا سخت معیار نہیں۔ یہ ان کے اپنے بتائے ہوئے معیار ہیں۔ ان کی رو سے کوئی نبی دماغی مریض ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن یہ پھر بھی انبیاءؑ کو دماغی مریض کہہ دیں۔ تو پھر ہمارے پاس ان کا کوئی علاج نہیں۔

یاد رہے کہ انبیاءؑ کو دماغی علامتوں کے لحاظ سے نارمل یا صحت مند ثابت کرنے سے ہمیں کوئی خاص فائدہ نہیں۔ ہم تو اس لئے ان علامتوں کے قصے میں پڑ رہے ہیں۔ کہ نفسیات کا وہ فرقہ جس کا بانی فرائیڈ ہے کہتا ہے۔ کہ انبیاءؑ دماغی مریض ہوتے ہیں۔ پس ہم خود ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ آپ کے علم میں آپ کی سائنس میں دماغی مریض کسے کہتے ہیں؟ جب ان کے جواب کی رو سے انبیاءؑ دماغی مریض ثابت نہ ہوں۔ تو پھر ہم ان کو ملزم گردانتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ لیجیئے آپ نے خود یہ معیار بتلائے ہیں۔ اور ان کی رو سے انبیاءؑ دماغی طور پر نارمل ہی رہتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ انبیاءؑ کو پرکھنے کے لئے اس قسم کے باریک معیاروں سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ یہ ایسی موشگافی ہے۔ جس سے اور سوالوں کے حل میں شاید کچھ فائدہ ہوتا ہو۔ لیکن وہ سوال جو اس وقت ہمارے سامنے ہے اس کا فیصلہ اگر کسی بڑی سکیل پر کسی بڑے پیمانے پر کیا جاتا ہے۔ تو ہمیں کوئی کھلا کھلا معیار ڈھونڈنا پڑے گا۔

مجھے ایک Psychiatrist کا قول ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ Psychiatrist دماغی طبیب کو کہتے ہیں۔ اس نے اپنے لمبے تجربے کی بناء پر ایک مضمون لکھا۔ جو اس نے عدالتوں کے سامنے بار بار پیش ہو کر اخذ کیا۔ عدالتوں میں یہ سوال اٹھائے جاتے ہیں۔ کہ مثلاً زید جو ایک فریق کو صحیح الدماغ معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ واقعی صحیح الدماغ ہے؟ جب عدالتوں کے سامنے ایسے مقدمے آتے ہیں۔ تو وہ دماغی عوارض کے ماہرین کو بھی شہادت کے لئے بلاتے ہیں۔ یہ Psychiatrist ایسی کئی شہادتیں دے چکا تھا۔ وہ اپنے مضمون میں لکھتا ہے۔ کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ کہ جب تک ماہر طبیب کے ہمراہ کچھ عام قسم کے لوگ عدالت کے سامنے پیش نہ ہوں۔ جو فریق زیر مقدمہ کو ذاتی طور پر جانتے ہوں۔ اس وقت تک عدالت کے لئے حقیقت حال تک پہنچنا مشکل ہے۔ گویا بہت زیادہ علمی مہارت بھی خطرناک چیز ہے۔ کیونکہ ماہر کی نظر باریک باتوں پر تو پڑتی ہے۔ موٹی باتوں پر نہیں پڑتی۔ اسی لئے جب سوال یہ ہو۔ کہ کوئی شخص دماغی لحاظ سے نارمل ہے یا نہیں تو عام نظر اور سمجھ والے لوگ ساتھ ہونے چاہئیں۔ اس میں ہمارے لئے نکتہ یہ ہے۔ کہ انبیاءؑ کی صحت دماغی کی شہادت جس طرح ہر زمانے میں عوام دیتے رہے ہیں۔ کیا ان کے دوست ان کے ماننے والے ان کے عاشق اور کیا ان کے دشمن ان کے مخالف اور ان سے بغض رکھنے والے اس قسم کی شہادت اور تاریخی ہستیوں کے متعلق نہیں ملتی۔ اس شہادت کے بعد اور کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ جب دوست کی شہادت بھی ہوگئی۔ اور دشمن کی بھی تو باقی کون رہا؟ ساری دنیا کی شہادت ہو گئی۔ دوست یہ کہہ کر انبیاءؑ کی صحت دماغی کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ میں آپ پر ایمان لایا۔ آپ مجھے وہ راستہ بتائیں۔ جس سے میری دنیا اور آخرت سنور جائے۔ کیا کسی دماغی مریض کو کوئی یہ بات کہہ سکتا ہے؟ اور دشمن بھی اگر انبیاءؑ کو حقیقتاً دماغی مریض سمجھتا۔ تو وہ کم از کم ان سے اعراض کرتا۔ لیکن دشمن دشمنی کرتا ہے۔ مخالفت کرتا ہے۔ مٹانا چاہتا ہے۔ جھوٹ سے بدنام کرنا چاہتا ہے۔ حیلے اور سازش سے کام لیتا ہے۔ کیا دماغی مریضوں سے یہ سلوک کیا جاتا ہے؟

تو معلوم ہوا کہ فرائیڈ اور فرائیڈین انبیاءؑ کو کچھ ہی سمجھیں۔ دنیا انہیں دماغی مریض نہیں سمجھتی۔ انبیاءؑ کی راستبازی کے متعلق تو کوئی کم ہی کلام کرتا ہے۔ (سوائے ان کے جو نیکوں کی دشمنی کے لئے گویا پیدا ہوتے ہیں) ہاں جب ان کی شخصی صداقت اور ان کے ذاتی کردار میں وہ کوئی حرف نہیں لا سکتے۔ تو ایک after thought (یعنی نکتہ بعد از وقت) کے طور پر وہ ان کو مجنون کہنا بھی شروع کر دیتے ہیں۔

اندریں حالات یہ بات ہرگز عجیب نہیں کہ اس وقت فرائیڈ کے خیالات کے خلاف ایک رد عمل شروع ہے۔ کئی اہل نفسیات اب کہہ رہے ہیں۔ کہ فرائیڈ اور اس کے خاص خاص ماننے والے سائنس کی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اور اس کی سپرٹ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ان کا مذہب پر حملہ کرنا ان کا عقیدہ وجود باری کو ایک واہمہ قرار دینا سائنس کی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہب سے تعصب کی وجہ سے ہے۔ بعض اہل نفسیات مذہب کے حق میں شہادت دے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر سر فریڈرک بارٹلٹ کا نام لیتا ہوں۔ سر فریڈرک انگلستان کے چوٹی کے Psychologist ہیں۔ ان کی ساری عمر دقیق تحقیقات میں یا ان کی سرپرستی میں گزری ہے۔ انہوں نے مذہبی معتقدات کے متعلق آج تک کچھ لکھا نہ تھا۔ لیکن حال ہی میں انہوں نے جو تین لیکچر اس موضوع پر دیئے۔ ان میں کہا کہ اس وقت اہل نفسیات کا ایک فرقہ مذہب کو بے حقیقت ثابت کرنے کے لئے بہت بلند بانگ دعوے کر رہا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ جو ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ اپنی شہادت اور اپنے خیالات پیش کریں۔ چنانچہ سر فریڈرک نے ان لیکچروں میں کہا۔ کہ انبیاءؑ اور دنیا کے بڑے بڑے مذہبی پیشواؤں کے حالات تو ہمارے سامنے نہیں۔ ہاں اس زمانے میں میرے اپنے دیکھنے میں کئی گمنام قسم کے لوگ آئے ہیں۔ جن کی راستبازی کے متعلق جن کی نیکی کے متعلق

اور جن کے صحیح الدماغ ہونے کے متعلق مجھے کچھ بھی شبہ نہیں ہو سکتا وہ جب یہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعض کاموں میں اور ہمارے بعض انکار میں خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ تو میں اس کا انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سر فریڈرک کے سامنے کچھ ایسی مثالیں ہوں گی جن کا ذکر میں نے شروع میں کیا تھا۔ ایسی مثالیں روز لوگوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ ہم میں سے کئی ہیں جنہوں نے دیکھا ہوگا کہ کسی سخت مشکل کے وقت کسی شخص نے خدا کو پکارا اور خدا نے اس کی پکار کو سن لیا اور اس کی دستگیری فرمائی اور پکارنے والے کو اس کی مشکل سے نجات دلائی۔ اور اس کا سہارا بنا۔ خدا تعالیٰ کی یہ دستگیری تمام فطرتی پکار کو سننا خدا تعالیٰ کا عام فیض ہے اور اس کے لئے عقائد اور اعمال کی شرط نہیں۔ ہاں نشان اور امتیاز کے طور پر خدا تعالیٰ کی دستگیری اور اس کی نصرت خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو ملتی ہے۔

لیکن اصل بات جس کی طرف سر فریڈرک بارٹلٹ کی شہادت نقل کرنے کے بعد میں اشارہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سر فریڈرک نے اس دلیل کو نہایت ناقص طور پر بیان کیا ہے جسے ہم دلیل شہادت کہتے ہیں اور جسے قرآن شریف میں مکمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سر فریڈرک ہی نہیں یورپ کے کل مذہبی علماء اور ہمارے یہاں کے بعض فلسفی بھی اس دلیل کو ناقص طور پر بیان کرتے ہیں۔ وہ وحی کو اپنی اصطلاح Religious experience کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ کسی کی دعا قبول ہو گئی۔ اور کسی کو کسی نظارے سے خدا کے متعلق یقین ہو گیا۔ کوئی کسی مشکل کے وقت اس مشکل کے حل کو پا گیا۔ اس میں شک نہیں یہ مثالیں انسان کی خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں اور اس کی تسلی کا موجب ہیں۔ لیکن یہ مثالیں ایک مکمل دلیل نہیں بن سکتیں۔ یہ مثالیں ان لوگوں کے لئے حجت ہو سکتی ہیں جن پر یہ وارد ہوتی ہیں۔ ان کے چند ماننے والوں کے لئے بھی حجت ہو سکتی ہیں مگر دوسروں کے لئے یہ حجت نہیں ہو سکتیں اس لئے قرآن شریف نے دلیل شہادت کی بنا چند مثالوں پر نہیں رکھی بلکہ انبیاء کی شہادت پر رکھی ہے جو انبیاء کے متعلق قرآن شریف کی تعلیم ہے اور تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ وہ ہر زمانے میں ہر قوم میں آتے رہے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ کے متعلق شہادت دینے والے شروع دنیا سے آتے رہے ہیں یکے بعد دیگرے انہوں نے اپنے اپنے زمانے میں اور اپنی اپنی قوم میں شہادت دی کہ خدا تعالیٰ موجود ہے اور وہ اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے۔ آج تاریخ سے اس ساری شہادت کو جمع کیا جائے تو دلیل شہادت اتنی وزنی بن جاتی ہے کہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔ یہ غلط ہے کہ خدا تعالیٰ کے متعلق خیال آہستہ آہستہ توہمات سے ترقی کر کے اپنی موجودہ صورت کو پہنچا ہے۔ خدا کا خیال ہمیشہ ہی موجود رہا ہے۔ یہ بھی غلط ہے کہ اب توہمات کا زمانہ نہیں رہ گیا اب خدا کا خیال بھی مٹ جائیگا۔ اول تو خدا کا خیال کسی زمانہ میں مٹ نہیں رہا بلکہ بڑھ رہا ہے۔ فزکس والے زیادہ سے زیادہ تعداد میں خدا کو اپنا رہے ہیں فلسفی بھی اسے اپنا رہے ہیں بایالوجسٹ بھی پہلے کی نسبت انکار میں کمی کر رہے ہیں اور اقرار میں آگے ہو رہے ہیں۔ سائیکالوجسٹ بھی دہریہ خیالات اور فرائڈ کی قسم کے خیالات سے تعرض کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ خدا کا خیال نہ پہلے توہمات کی وجہ سے پیدا ہوا نہ اب ہوگا۔ پہلے بھی وہ انبیاء کی شہادت کے نتیجے میں۔ خدا کے کلام کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔

کیونکہ قرآن شریف کی تعلیم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے معمولی الفاظ یا معمولی اشاروں تک اپنی تجلی کو محدود نہیں رکھا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر کس و ناکس خدا تعالیٰ سے تعلق کا دعویٰ کرتا رہتا اور دنیا کچھ سمجھ نہ سکتی کہ اس شخص پر واقعی خدا کی تجلی ہوتی ہے یا نہیں۔ جس قسم کی تجلی کی شہادت سر فریڈرک بارٹلٹ نے دی ہے۔ وہ ان کے لئے حجت ہو سکتی ہے جن پر وہ تجلی ہوئی۔ لیکن ان کے لئے جو دلیل اور عقل سے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں صرف قرآن شریف جیسی شہادت حجت ہو سکتی ہے۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کا کلام ایک ایک زیر اور زبر کی حد تک جمع اور محفوظ کیا گیا ہے۔ اس کی پرکھ ہم آج بھی اسی طرح کر سکتے ہیں جس طرح اس کی پرکھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے لوگ کر سکتے تھے۔ گویا قرآن شریف ایک زبردست سائنٹفک ریکارڈ ہے جس طرح نیچر کی کسی بات کو ہم بار بار observe کر سکتے ہیں اسی طرح قرآن شریف کی ایک ایک آیت کو بار بار دیکھ سکتے اس کے معانی کو اخذ کر سکتے اور اس کی سچائی کو آزما سکتے ہیں۔ قرآن شریف جب نازل ہونا شروع ہوا اس میں آئندہ کے اخبار بتائے گئے۔ چھوٹے چھوٹے بھی اور بڑے سے بڑے بھی۔ ایسے بھی جو اسی وقت پورے ہو جاتے ایسے بھی جو کچھ مدت کے بعد پورے ہوتے۔ کچھ ایسی اخبار مکہ میں ہی پورے ہو گئے کچھ مدینہ میں۔ ایسے اخبار بھی تھے جو بعد کے زمانے میں پورے ہوئے۔ ایسے بھی جو آج پورے ہو رہے ہیں۔ اس زمانے کی ترقیات اور اس زمانے کے خطرات اور اس زمانے کی بڑی بڑی قوموں کے حالات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ پھر قرآن شریف میں ماضی کے بعض تاریک حالات کے متعلق بھی پیشگوئیاں ہیں۔ گویا اس میں [illegible] کو بھی [illegible] کیا گیا ہے۔ فرعون موسیٰ کی لاش کے محفوظ رہنے اور آنے والی نسلوں کے لئے عبرت کا سامان بننے کے متعلق قرآن شریف میں خبر تھی۔ اس زمانے کے لوگوں کو اس کی کچھ بھی خبر نہ تھی۔ لیکن ہمارے زمانے میں مصر کے بادشاہوں کی قبروں کو کھودا گیا۔ تو فرعون موسیٰ کی لاش بھی مل گئی۔ حالانکہ اس کے متعلق عام خیال یہی تھا کہ وہ پانی کی نذر ہو چکی تھی۔ پھر قرآن شریف نے ہمیں بتایا کہ کوئی نبی نہیں اس سے پہلے اس کی بشارت دینے والے جا چکے ہیں۔ اور اس کے بعد اس کی تائید کرنے والے آئیں گے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جن کے ذریعہ یہ وزنی دلیل وجود باری تعالیٰ کے متعلق ہمیں ملی ان کے متعلق بشارتیں ابتداء دنیا سے ملتی آئیں۔ یہاں تک کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب آیا۔ تو کئی یہود کاہن ان بشارتوں سے واقف تھے اپنے وطن چھوڑ کر عرب میں آ بسے۔ پھر آپ کا اپنا زمانہ بھی آپ کی صداقت کی علامات سے منور نہیں ہوا۔ وہ نور بعد میں بھی اپنی چمک دکھاتا رہا۔ اور اس تاریک زمانے میں آپ کی صداقت کی شہادت دینے کے لئے خدا تعالیٰ کے وجود کے متعلق تازہ شہادت دینے کے لئے مسیح موعودؑ آیا۔ اور مسیح موعودؑ کی شہادت نے مذہب کو سائنس پر غالب کر دیا۔ پس سر فریڈرک کی دلیل وجود باری کے متعلق صحیح ہے۔ لیکن وہ پوری دلیل تب بنتی ہے جب اسے قرآن شریف کے طریق سے بیان کیا جائے۔

اعلانات نکاح

(۱) مورخہ ۱۱ جون ۱۹۵۴ء کو بعد نماز عصر مسجد احمدیہ نیروبی مشرقی افریقہ میں رئیس التبلیغ شیخ مبارک احمد صاحب نے عبد الرحمٰن صاحب بٹ آف میسرز فقیر محمد اینڈ سنز نیروبی برٹش ایسٹ افریقہ کا ستارہ بیگم صاحبہ بنت عبد الکریم صاحب ڈار حال سیالکوٹ کے ساتھ نکاح بعوض چھ ہزار روپیہ مہر اعلان فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے آمین

(۲) مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۵ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ڈاکٹر محمود احمد صاحب ظفر ایم۔بی۔بی۔ایس ابن عبد الکریم صاحب ڈار حال سیالکوٹ کا امۃ الرفیق صاحبہ بنت شیخ مختار دین صاحب حال گجرانوالہ کے ساتھ نکاح بعوض تین ہزار روپے مہر اعلان فرمایا۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے یہ رشتہ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین

عبد الکریم ڈار

(۳) سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ نوازش ۲۹ دسمبر ۱۹۵۴ء کو بعد نماز ظہر مسجد مبارک ربوہ میں میری پوتی عزیزہ نصرت جہاں بیگم بنت میاں بشیر احمد صاحب امیر جماعت کوئٹہ کا نکاح عزیزم محمود احمد صاحب پروپرائٹر انٹرنیشنل ریڈیوز جناح روڈ کوئٹہ کے ساتھ مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ میری درخواست ہے کہ احباب کرام و بزرگان دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔ آمین

([illegible]) ڈاکٹر محمد عبد اللہ کوئٹہ

گمشدہ بیگ

مورخہ ۲۹ دسمبر کو بوقت اڑھائی بجے شام جبکہ خاکسار لائلپور جانے والی ٹرین پر سوار ہو رہا تھا۔ خاکسار کا ایک بیگ پلیٹ فارم پر رہ گیا۔ بیگ مذکور کا رنگ خاکی ہے اور اس میں دو قمیضیں۔ ایک شلوار۔ ایک چادر اور دوائی وغیرہ ہیں۔ اگر کسی صاحب کو بیگ ملا ہو تو پتہ ذیل پر اطلاع دیکر عند اللہ ماجور ہوں۔

خاکسار اللہ بخش معتمد مجلس خدام الاحمدیہ
چک ۱۲۶ گ ب ضلع لائلپور

درخواست دعا

میرے والد محترم میاں سلطان احمد صاحب درویش قادیان عرصہ سے بیمار چلے آ رہے ہیں احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے آمین

خاکسار منیر احمد شہید طالب علم
زراعتی کالج لائلپور

اشتراکی تحریک مذہب کے خلاف ہے

از مکرم غلام احمد صاحب نسیم جامعۃ المبشرین ربوہ

اشتراکیت دراصل یورپ کے اس صنعتی انقلاب کا ردعمل ہے جس نے تمام قسم کا سرمایہ سمیٹ کر چند افراد کے پاس جمع کر دیا تھا۔ یہ انقلاب یورپ میں اٹھارویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں ہوا جبکہ بھاپ کے انجنوں اور مشینوں سے کام لیا جانے لگا۔ اور تمام قسم کی دولت سمٹ سمٹا کر چند افراد کے پاس جمع ہونے لگی۔ اور مزدوروں کی حالت روز بروز گرتی گئی۔ مزدوروں کی آہ و پکار کوئی نہ سنتا تھا۔ حتیٰ کہ مذہب کے علمبردار بھی ان کی ہمدردی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ مذہب کا دم بھرنے والے سرمایہ داروں کے ہاتھوں آلۂ کار کے طور پر کام کرنے لگ گئے تھے۔ امیری اور غریبی کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی۔ ان تمام حالات میں جبکہ سرمایہ داری کا نظام اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ اور غربا کی حالت روز افزوں گرنے لگی۔ لازم اور ضروری تھا کہ اس نظام کے ردعمل کے طور پر کوئی تحریک کام کرے۔ چنانچہ جس تحریک نے اس خالی میدان میں قدم رکھا وہ اشتراکیت ہے۔ اشتراکیت کے موٹے موٹے اصول یہ ہیں کہ ہر ایک سے اس کی قابلیت کے مطابق کام لیا جائے۔ ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق خرچ دیا جائے اور باقی روپیہ حکومت کے پاس جمع رہے۔ ان کی بنیاد اس امر پر ہے کہ تمام بنی نوع انسان میں مساوات ہونی چاہیئے۔

اشتراکیت سرمایہ داری کا ردعمل ہے۔ اور سرمایہ داری نظام کے بڑھتے ہی یورپ میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے تھے۔ جو سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اور مزدوروں کی حمایت میں تھے۔ لیکن موجودہ اشتراکیت جس سے اس وقت ہم دوچار ہیں۔ وہ مارکس کے نظریئے کی مؤید ہے اور موجودہ اشتراکیت کے علمبردار مارکسی نظریہ کو ہی اپنے لئے مشعل راہ تصور کرتے ہیں۔ اشتراکیت صرف غریبوں اور مزدوروں کی معاشی مشکلات کا حل ہی نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاق اور تمدن و تہذیب کا فلسفہ اور مابعد الطبعیات کا ایک نظام بھی ہے۔ چونکہ اشتراکیت کا بانی مبانی مارکس کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اشتراکیت کو سمجھنے کے لئے ہم پہلے مارکس کو سمجھیں مارکس کے فلسفہ کو سمجھنے کے بعد ہمارے لئے یہ اندازہ لگانا آسان ہو جائے گا کہ تحریک اشتراکیت صرف مذہب کے خلاف ہی نہیں بلکہ مذہب کی سرے سے ہی بیخ کنی کرتی ہے۔ اشتراکی دنیا میں مارکس کو اشتراکیت کا پیغمبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کی تعلیمات میں بنیادی چیز اس کا مادی فلسفہ ہے۔ جس جدلی مادیت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جدلی مادیت سے مراد وہ خاص قسم کا نظریہ ہے۔ جس سے ایک اشتراکی کائنات عالم کا تجزیہ کرتا ہے۔ مارکس کے مطالعہ قدرت کا طریقہ جدلی ہے۔ اور قدرت کے متعلق اس کا تصور بھی جدلی ہے۔ یعنے وہ قدرت کو ایک مادی چیز سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ تسلیم نہیں کرتا کہ کوئی ایسی ہستی بھی موجود ہے۔ جو بشر پر فوقیت رکھتی ہو۔

اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مارکس جو اشتراکیت کا بانی مبانی ہے۔ وہ اشتراکیت کا پیغمبر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا فلسفہ صرف اور صرف مادی ہے۔ فلسفہ مارکس اور مذہب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مذہب کا آغاز فکر خالق کائنات کے تصور سے شروع ہوتا ہے سب سے پہلے خالق کا تصور ہوتا ہے۔ اور پھر دوسری اشیاء کے متعلق غور و فکر کیا جاتا ہے۔ مگر اشتراکیت کا نقطۂ آغاز صرف اور صرف روٹی اور مادہ تک محدود ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ مذہب اور اشتراکیت میں کتنا فرق ہے۔ اور کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی نقیض اور ضد ہیں۔ اور اگرچہ ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ کہ تحریک اشتراکیت مذہب کے صریح خلاف ہے۔ مگر ضروری معلوم ہوتا ہے (آپ کے سامنے) مفکران اشتراکیت کے چند وہ اقتباسات بھی پیش کئے جائیں جو مذہبی دشمنی پر دلالت کرتے ہیں۔ جس تحریک کے داعیان صرف مادہ پر انحصار رکھتے ہوں۔ اور مذہب کے شدید مخالف ہوں۔ ان کی تحریک کیونکر مذہب کے مطابق ہو سکتی ہے۔ ایک مشہور اشتراکی مفکر ایم۔ این رائے اپنے ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں:۔

"سوشلزم کا فلسفہ مادیت ہے جو مذاہب کو پس پشت ڈال دیتی ہے۔ اور روحانیت کو تسلیم نہیں کرتی۔ سوشلزم اور مارکس کی تعلیمات کا بنیادی جزو جدلی مادیت ہے ... پہلے فلسفہ کے ذریعہ دنیا کی تشریح کی جاتی تھی۔ مستقبل میں اس کا طریق بدل جائے گا۔ اب یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی کہ انسان کس طرح دنیا کی دوبارہ تعمیر کر سکتا ہے ...... اس کے یہ معنے ہوئے کہ مارکس کے فلسفہ انسان کسی قدرتی طاقت میں آلۂ کار نہیں ہے انسان اس دنیا کا جس میں وہ رہتا ہے خالق ہے۔ انسان سوسائٹی کا خالق ہے ..... بہرحال ایک شخص خدا کا عقیدہ ہو یا عبادت کی تاثیر کا یا عالم کا مذہبی تصور ہو ..... یہ بالکل واضح ہے کہ ان تصورات میں سے کوئی بھی کسی طرح مارکسی نظریہ حیات اور انسانی جدوجہد سے میل نہیں کھا سکتی۔"

(انڈی پنڈنٹ انڈیا ۲۲ جنوری ۱۹۳۹ء)

یہ رائے تو صرف ایک اشتراکی مفکر کی تھی۔ خود مارکس، اینجلز اور لینن کی آراء معلوم کرنے کے لئے ذیل میں چند اقتباسات درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ مذہب کے کتنے دشمن تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"مذہب کی تنقید سب تنقیدوں کی جڑ ہے" (مارکس ص۱)

"مارکسیت مادیت کا دوسرا نام ہے اور اس لئے یہ مذہب کی ویسی ہی سخت دشمن ہے جیسی "اٹھارویں صدی کی عام مادیت یا فیور باخ کی مادیت تھی۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن مارکس اور اینجلز کی "جدلی مادیت" فیورباخ اور اٹھارویں صدی کے دوسرے مادہ پرستوں سے آگے جاتی ہے۔ یہ مادی فلسفہ کو تاریخ اور عمرانیات پر استعمال کرتی ہے۔ مذہب کا قلع قمع کرنا مادیت اور مارکسیت کی ابجد ہے لیکن مارکسیت کی منزل یہیں ختم نہیں ہوتی۔ مارکسیت بہت آگے جاتی ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں صرف مذہب کے قلع قمع کرنے کی استعداد پیدا کرنا ہے۔ اور اس کے لئے مادی نقطۂ نظر سے اس بات کی تشریح کی ضرورت ہے۔ کہ مذہب اور ایمان عوام میں کیوں رائج ہیں۔"

(لینن۔ صفحہ ۲۳)

"مذہب ان روحانی معیبتوں کی ایک قسم ہے۔ جو دوسروں کے آرام کی خاطر محنت مزدوری کرنے والے فاقہ کش غریبوں پر چھائی رہتی ہے مظلوم جب ظالم کے خلاف جدوجہد میں ناکامی کا منہ دیکھتا ہے۔ تو خواہ مخواہ اس کے دل و دماغ میں ایک دوسری زندگی کا خیال نشوونما پانے لگتا ہے .....

...... مذہب ان تمام غریبوں اور محنت کش طبقوں کو جو اس دنیا میں تکلیف کی زندگی بسر کرتے ہیں قناعت اور صبر کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جنت میں انعام واکرام کے وعدے دلا دلا کر ان کی تسکین و تسلی کرنا چاہتا ہے۔ رہے وہ جو دوسروں کی محنت پر گلچھرے اڑاتے ہیں تو انہیں یہ مذہب خیرات کی تلقین کرتا ہے۔ اس طرح پر ظلم و تعدی کے جواز کی ایک صورت نکل آتی ہے۔ اور ساتھ ساتھ جنت کا سستا ٹکٹ بھی مل جاتا ہے۔"

(اینجلز صفحہ ۱۱-۱۲)

ان اقتباسات سے جو درحقیقت طوالت کے خوف کی وجہ سے بہت تھوڑے پیش کئے گئے ہیں۔ یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ داعیان اشتراکیت کے دماغوں پر مادی نظریہ اور مادہ پرستی گھر کئے ہوئے تھی اور ہے پس وہ تحریک جس کے بانی مادہ پرست ہوں۔ اس پر مادیت کس قدر سے چھائی ہوئی ہوگی۔ چونکہ اشتراکیت مادہ پرستی کا دوسرا نام ہے۔ اور مذہب مادہ پرستی کا سخت مخالف ہے۔ اس لئے یہ اظہر من الشمس ہے کہ تحریک اشتراکیت مذہب کی بدترین دشمن ہے۔

الفضل کا دفتر ربوہ میں

— روزنامہ الفضل کا دفتر ربوہ میں منتقل ہو گیا ہے۔ احباب جملہ خط و کتابت و ترسیل زر اب ربوہ کے پتہ پر کریں۔ نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس تبدیلی کو بابرکت کرے۔ آمین

— دفتر محلہ دارالرحمت میں پریس کے نزدیک ہے۔

خاکسار:۔ ملک محمد عبد اللہ مینیجر الفضل ربوہ ضلع جھنگ

ضروری اعلان

ماہ دسمبر کے بل ایجنٹ حضرات کی خدمت میں ارسال کئے جا رہے ہیں۔ تمام بلوں کی رقم ۱۰ جنوری ۱۹۵۵ء تک دفتر الفضل ربوہ ضلع جھنگ میں پہنچ جانی چاہیئے۔ ورنہ بنڈلوں کی ترسیل روک دی جائے گی۔

(مینیجر الفضل)

امانت تحریک جدید

بعض دوست امانت تحریک جدید کی رقم جمع کراتے وقت، یا محاسب صاحب کو باہر سے بھیجتے وقت امانت ذاتی لکھ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے رقم دوسری میں پڑ جاتی ہے۔ دوست امانت تحریک جدید کی رقوم جمع کراتے وقت ذاتی کا لفظ استعمال نہ کیا کریں۔ صرف امانت تحریک جدید لکھا کریں۔ (افسر امانت تحریک جدید)

تربیتِ اولاد

(از مصلح الدین صاحب بنگالی مشرقی پاکستان)

ہماری جماعت جو عظیم الشان مقصد اور مشن لے کر دُنیا میں کھڑی ہوئی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہم نے اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں بلند کرنا ہے اور بھٹکتی ہوئی روحوں کو جو تاریکی کی آغوش میں پل رہی ہیں۔ ان کو حق اور صداقت کی روشنی میں لانا ہے۔ یعنی انسانیت کی اصلاح اور فلاح و بہبودگی کا ذمہ ہم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اور یہ صرف اسی وقت ممکن ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے نفوس کو ایسے جوہر سے صیقل کیا جائے اور ہماری تربیت ایسے ڈھنگ میں کی جائے کہ ہماری سیرت اور کردار کی بلندی ہی دنیا کی نجات کا باعث ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز اپنی ایک تقریر میں جماعت کو خطاب کرکے فرماتے ہیں: "سچ بات تو یہ ہے کہ اگر ہماری جماعت کا ہر شخص اولیاء اللہ میں سے نہ ہو تو دنیا کو نجات نہیں دلائی جاسکتی اور ہم دنیا میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرسکتے، یاد رکھو ہمارا مقابلہ دنیا کی موجودہ بدیوں ہی سے نہیں۔ بلکہ ہمارا فرض خیالات بد کی رَو سے مقابلہ کرنا ہے۔ جو ہر طرف لہریں مار رہی ہے۔ پس ہماری پوزیشن بہت نازک ہے"۔

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیں دنیا میں کتنا عظیم الشان کام انجام دینا ہے۔ اور اس صورت میں بھی اگر ہم خواب غفلت میں سوتے رہے اور قومی ترقی کے لئے دل میں کوئی تڑپ نہیں رکھتے۔ تو اس سے زیادہ افسوسناک بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ قومی ترقی کا انحصار زیادہ تر قوم کے نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ جس قوم کے نوجوانوں کے کردار و اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ کامیابی اور کامرانی اس قوم کے قدم چوما کرتی ہے

خدام الاحمدیہ اور اطفال کے قیام کی غرض یہی تھی کہ قوم کے نوجوان اور بچوں کی زندگیاں دینی رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور وہ قوم کے ایسے خوشنما پھول بن جائیں کہ دنیا کے جس گوشے میں بھی جائیں۔ دنیا کی آنکھیں اسی طرف اٹھیں حقیقت یہ ہے جب نوجوان حیاتِ دینی سے اپنا پیمان باندھ لیتے ہیں تو وہ ہر قسم کے آفات سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کی توفیں اور توانیاں ضائع نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تنگی و فراخی اور مصیبت و راحت کے وقت اپنی قوم کے دفاعی آلات و اسباب بن جاتے ہیں۔ دین جب نوجوانوں کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر جاتا ہے تو احساسات اور خیالات کو بلند کر دیتا ہے۔ اضطراب انگیز آوارہ خیالی اور پریشان کن افکار سے نوجوان کو دور رکھتا ہے عیش پسندی اور نفس پرستی کے ان تمام جراثیم کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ جو قوم کو ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں لے جاتی ہے۔

اس کے مقابلے میں جو نوجوان دین کے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ امنگوں اور خواہشات کی موہوم دنیا اور ہوا و ہوس کی حسین وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور ان کی بے رونق مرجھائی ہوئی ...... زندگی قومی ترقی کے لئے مضر ہو کر رہ جاتی ہے۔ بالآخر وہ ایک ایسی موت مرجاتے ہیں۔ جس پر آنسو بہانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا۔

خیر و خوبی کا کونسا ایسا پہلو ہے جس کی دعوت دین نے نہ دی ہو۔ اور زندگی کا کونسا ایسا گوشہ ہے۔ جس کی بابت قرآن و حدیث نے ہماری رہنمائی نہ کی ہو۔ اور لوگوں کو اسی کا فریفتہ اور دلدادہ نہ بنایا ہو۔

"تربیت اولاد" کے متعلق بھی ہمارے مذہب نے ہماری راہنمائی کی ہے۔ اسلئے ہمارا فرض ہے کہ آسمانی نور سے اپنے دامن کو منور کریں۔ جو ہمارے اور ہماری قوم کے لئے فضل و برکت کا باعث ہو اولاد کی تربیت کے متعلق اسلام بہت تاکید کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

يا ايها الذين آمنوا قوا انفسكم واهليكم نارا"۔ یعنی اے لوگو! اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال بیوی بچوں کو بھی آگ سے بچاؤ"۔ یعنی ان کو دینی تعلیم و تربیت دو۔ اور یونہیں آوارہ نہ رہنے۔ کہ جاہل رہ کر خدا تعالےٰ سے جی پھر جائے اور آخر ہلاک و برباد ہو جائیں۔

اسی طرح اولاد کی تربیت کے متعلق حدیث شریف میں بھی آتا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر ان کے والدین اس کے بچپن سے فائدہ اٹھاکر اسے اپنے دین پر گامزن کر لیتے ہیں اور اسے یہودی یا مجوسی یا عیسائی بنا لیتے ہیں۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت کی زیادہ تر ذمہ داری اس کے والدین پر ہی ہوتی ہے۔ وہ بچہ کو جس رنگ میں چاہیں ڈھال سکتے ہیں۔ کیونکہ بچپن کا زمانہ ہی صحیح معنوں میں تربیت حاصل کرنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ بچپن کی نوخیز عمر میں جب بچے مذہبی اثرات قبول کرلیتے ہیں۔ تو وہ اپنے مستقبل حیات میں بھی فطرت کے صحیح قوانین اور اصول پر قائم رہتے ہیں جیسا کہ ایک تر و تازہ لچکدار شاخ کی فوراً اصلاح اور درستی کی جائے۔ تو آئندہ جاکر بھی وہ سیدھی اور استوار رہے گی۔ ورنہ پختگی کے زمانے میں وہ ہرگز سیدھی نہ ہوسکے گی۔ بعینہ یہی حالت ایک بچے کی فطرت کی ہے۔ اگر ہم اس کی تربیت صحیح وقت اور صحیح معنوں میں نہیں کرسکیں گے تو بعد میں اس کی اصلاح دشوار ہو جائے گی۔ اسی طرح اولاد کی تربیت کے متعلق حدیث میں حکم آتا ہے۔ اکرموا اولادکم یعنی اپنی اولاد کی عزت کیا کرو۔ اور ایسا معاملہ ان سے نہ کرو۔ جس کا نتیجہ آخر یہ نکلے کہ ان کے اندر بددلی پیدا ہو جائے۔ اسی طرح آپ نے ایک دفعہ فرمایا۔

جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع خیرات کرنے سے بہتر ہے۔ یعنی اولاد کو علم اور عقل سکھانا صدقات اور خیرات کی طرح ہے اور یہ بات درست ہے کہ جو شخص لوگوں کی خیرخواہی میں اپنی اولاد کی تربیت کو بھول جاتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے ساتھ نیکی کو ختم کر دیتے ہیں۔ لیکن جو ماں باپ اپنی اولاد کو علم اور عقل اور نیکی کی تعلیم دیتا ہے۔ تو وہ یقیناً فضل و برکت کا دروازہ اپنی موت کے بعد بھی کھلا چھوڑ جاتا ہے۔

اسی طرح اولاد کو مارنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اور حکم ہے کہ اولاد کو دکھ دینا اور ستانا درست نہیں۔ اور اس کی یہ حکمت ہے کہ مارنے اور دکھ دینے سے اخلاق ناقص اور خراب ہو جاتا ہے۔ اور آئندہ زندگی میں انسان کام کا نہیں رہتا۔ لیکن چونکہ اولاد کی تربیت میں بعض دفعہ مارنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ ایسی مجبوری کی صورت میں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ مونہہ پر نہ مارا جائے بلکہ کسی ایسی جگہ پر مارا جائے۔ جس پر مارنے سے اس کے جسم پر کوئی نقصان نہ پہنچے

پھر اولاد کی آپس میں محبت قائم کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا کہ والدین کو سب بیٹے اور بیٹیوں سے برابر کا سلوک اور معاملہ کرنا چاہیے اور بعض سے خاص رعایت کا معاملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آپس میں جھگڑے لڑائی تک نوبت پہونچ جاتی ہے

پھر والدین کے لئے اولاد کو نماز کی پابندی کے لئے حدیث شریف میں سختی سے حکم آیا ہے۔ ـــــــــــ عمر بن شعیب اپنے باپ سے اور دادے سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات برس کے ہوں تو ترک نماز پر مارو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو ان کے سونے کی جگہ علیحدہ علیحدہ مقرر کرو۔

دراصل نماز ہی ہے جو انسان کو تمام بدیوں اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔ قرآن شریف میں بھی آیا ہے"

ان الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر ولذكر الله اكبر والله يعلم ما تعلمون۔

ترجمہ:۔ یقیناً نماز روکتی ہے بے حیائی اور ناپسندیدہ بات سے اور البتہ ذکر اللہ بہت بڑی بات ہے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

فی الحقیقت نماز انسان میں پاکیزگی طہارت اور نور ایمان پیدا کرتی ہے۔ نماز انسان میں اخلاق فاضلہ اور اعلےٰ کردار پیدا کرتی ہے۔ نماز ہی انسان کو خدائے تعالےٰ کا قرب عطا کرتی ہے۔ اور یہی وہ اوصاف کریمہ ہیں۔ جن سے کہ انسان فلاح دارین حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح الموعود ایک جگہ فلاح دارین کے حصول کا طریق بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو فلاح دارین حاصل ہو۔ اور لوگوں کے دل میں فتح پاؤ۔ تو پاکیزگی اختیار کرو۔ عقل سے کام لو۔ اور کلام الہی کی ہدایت پر چلو، خود اپنے تئیں سنوارو۔ اور دوسروں کو اپنے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ تو ضرور کامیاب ہو جاؤ گے"۔

پس فتح اور کامیابی کا یہی گُر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا ہے۔ اگر ہم اس پر جان و دل سے عمل پیرا ہو جائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دین و دنیا کی وہ بے شمار کامیابیاں جو خداوند تعالےٰ نے ہماری جماعت کے لئے مقدر کر رکھی ہیں۔ ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت حاصل نہ کرسکیں۔ پس ہماری جماعت کے والدین اور بزرگوں کو چاہیے کہ نونہالانِ جماعت کی تعلیم و تربیت میں پوری پوری توجہ صرف کریں۔ سلسلہ کے کاموں میں حصہ لینے کے لئے وقتاً فوقتاً پند و نصائح سے کام لیا جایا کرے۔ گویا دینی امور ان کے دلوں میں حاوی ہو جائیں اور یہ حیات دینی زندگی کا ایک ایسا بیش بہا سرمایہ ہے کہ انسان بہت سے آفات دنیاوی اور سماوی سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ زندگی کے مشکلات اور مصائب کا مسکراتا ہوا مقابلہ کرتا ہے۔ یاس و ناامیدی کا ان کے دلوں میں گذر نہیں ہوتا۔ ان کے عزائم کبھی پست اور ہمتیں سست اور حوصلے کمزور نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ دین اور خدائے تعالےٰ کے راستے میں بے لوث بے دریغ قربانیاں کرنے کو ہر دم تیار رہتے ہیں۔ جب ہم صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انہی اوصاف کریمہ کے باعث دنیا میں کس طرح اٹھے اور کس طرح حیرت انگیز طور پر اکناف عالم پر چھا گئے۔ ان کی بے نظیر قربانیاں صفحۂ قرطاس میں تاقیامت محفوظ رہیں گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں جلد از جلد بلند کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کی مختصر روئداد

۲۷ دسمبر کے پہلے اجلاس کی کارروائی

"مذہبی رواداری" پر میاں عبدالمنان صاحب عمر کی تقریر

(۲)

۲۷ دسمبر کو پہلا اجلاس ساڑھے نو بجے صبح مکرم چوہدری محمد عبداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کی صدارت میں شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد مکرم صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔اے۔ مکرم ملک عبدالرحمن صاحب خادم ایڈووکیٹ گجرات اور مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین نے علی الترتیب حسب ذیل موضوعات پر بصیرت افروز تقاریر کیں (۱) مذہبی رواداری کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ (۲) احمدیت پر اعتراضات کے جوابات (۳) فضائل قرآن کریم بمقابلہ کتب دیگر ادیان۔ ان ہر سہ تقاریر کے بعد پونے بارہ بجے دوپہر یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ تاکہ احباب نماز ظہر و عصر ادا کر سکیں۔

صاحبزادہ میاں عبدالمنان عمر کی تقریر

مکرم صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر نے مذہبی رواداری کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کرتے ہوئے قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں رواداری کی مؤثر تلقین، اس کے قیام کے وسائل و ذرائع، عدم رواداری کے اسباب و علل عواقب و نتائج اور اس کے علاج پر سیر حاصل بحث کی۔ نیز بعض مستشرقین نے رواداری کی اس بے نظیر تعلیم اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بے مثال اسوۂ حسنہ کے باوجود اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جبر و اکراہ اور تشدد کے جو الزامات لگائے ہیں آپ نے دوران تقریر میں ان کا بھی جواب دیا اور خود انہی کی تحریرات سے ان کے الزامات کی تردید پیش کر کے ثابت فرمایا کہ یہ الزامات محض بغض اور عداوت پر مبنی ہیں۔ آخر میں آپ نے اس افسوسناک حقیقت پر بھی روشنی ڈالی کہ اس زمانے کے مسلمان اس ہادیٔ اعظمؐ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود کہ جو مجسم رحمت تھا۔ رواداری کی اس بے نظیر تعلیم پر کما حقہٗ عمل پیرا نہیں ہیں۔ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ پیش کرنے کے بعد ان سے بھی اپیل کی کہ وہ مذہبی اختلافات کے باوجود دنیا میں امن و امان اور صلح و آشتی کی ایسی مثال قائم کر دکھائیں کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دورِ سعادت آثار کی یاد ایک بار پھر تازہ کر دے۔

صلح و آشتی کا مذہب

تقریر کے آغاز میں اسلامی تعلیمات کی رو سے اخلاق کی اہمیت واضح کرنے کے بعد آپ نے کہا اسلام سرتاسر صلح و آشتی۔ امن و امان اور رواداری کا مذہب ہے۔ حتیٰ کہ اس کے نام "اسلام" میں ہی سلامت روی کی تعلیم موجود ہے۔ پھر اس نے ایک ایسے معبود کی طرف رہنمائی کی ہے جو السّلام، المؤمن اور المھیمن ہے یعنی وہ سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ امن بخشنے والا ہے اور امن کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اسی لئے مسلم کی تعریف کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المسلم من سلم النّاس من لسانہ و یدہ۔ یعنی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کے شر سے بنی نوع انسان امن و سلامتی میں رہیں۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا دنیا میں امن و امان کو قائم کرنے اور پھر اسے برقرار رکھنے کے لئے اسلام نے جہاں دوسرے ذرائع اختیار کئے ہیں وہاں مذہبی رواداری پر بھی بے حد زور دیا ہے۔ کیونکہ مذہب کے معاملے میں عدم رواداری ہی وہ جڑ ہے جس سے دنیا میں ظلم و تشدد اور فتنہ و فساد کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اور انسان ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بن جاتا ہے۔ اسلام نے مذہب کے معاملات میں رواداری اختیار کرنے پر ہی زور نہیں دیا بلکہ ایسے ذرائع بھی اختیار کئے کہ جن کی وجہ سے مسلمان عدم رواداری کی طرف مائل نہ ہو سکیں۔ ان ذرائع میں سے ایک ذریعہ یہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کے ساتھ بھی مذہبی رواداری برتنے کی پرزور تلقین کی جو مسلمانوں کے نزدیک سرتاسر گمراہی اور ضلالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور خدا کے ہاں بغیر عقوبت کے جن کی بخشش عام حالات میں ممکن نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کون نہیں جانتا کہ اسلام شرک اور بت پرستی سے بڑھ کر کسی چیز کا مخالف نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا انّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔ یعنی مذہبی جرموں میں سے اللہ تعالےٰ کے نزدیک شرک سب سے بڑا جرم ہے۔ اس سے رجوع کئے بغیر معافی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی مسلمانوں کو یہ تاکید کی گئی کہ تم مشرکوں کے بتوں کو برا مت کہو۔ جیسا کہ فرمایا لا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ۔ اب یہ رواداری کی کیسی اعلےٰ درجہ کی تعلیم ہے۔ رواداری کی عام تاکید کے بعد بھی اس بات کا امکان تھا کہ مسلمان مشرکوں کے ساتھ رواداری نہ برتتے۔ لیکن ان سے بھی رواداری برتنے کا ذکر کر کے عدم رواداری کے اس امکانی راستے کو بھی اسلام نے بند کر دیا۔ اسی طرح عفو و درگذر کی عام تلقین حتیٰ کہ دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید وہ دوسرا ذریعہ ہے جس پر اسلام نے دنیا میں رواداری قائم رکھنے کی خاطر زور دیا ہے تاکہ امن و امان میں کسی طرح خلل واقعہ نہ ہو۔ پھر کفار و مشرکین کے ساتھ معاہدات کو پورا کرنے اور عالمگیر انسانی اخوت و مساوات کی تعلیم دے کر اسلام نے رواداری کی ایسی مثال قائم کی ہے کہ جس کی اور کہیں نظیر نہیں مل سکتی۔ ان تمام امور کے بارے میں آپ نے اسلام کی تعلیم کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور اس کی بعض باریک حکمتوں پر بھی روشنی ڈالی۔

فرقے وارانہ اختلافات کو روکنے کے ذرائع

بعض اوقات فرقے وارانہ اختلافات بھی باہم آویزش اور فتنہ و فساد کا موجب بن جاتے ہیں دوران تقریر میں میاں عبدالمنان صاحب عمر نے اس امر پر بھی روشنی ڈالی کہ اسلام نے نقضِ امن کے اس دروازے کو کیسے کامیاب طریق سے بند کیا ہے۔ اس بارے میں نقض امن کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر فرقے کے لوگ اپنے مذہبی قائدین کو تو واجب الاحترام مانتے ہیں اور باقی فرقوں کے بانیوں کو نہ صرف یہ کہ کوئی درجہ نہیں دیتے بلکہ ان کی تحقیر بھی کرتے ہیں۔ آپ نے کہا اسلام نے وان من امۃ الّا خلا فیھا نذیر اور لکل قوم ھاد کہہ کر تمام سابقہ انبیاء کو برحق اور قابل احترام قرار دیدیا۔ اور قیام امن کی ایک ایسی بنیاد رکھ دی کہ جس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مذہبی اختلاف کی بناء پر کبھی امن میں خلل پڑ ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح اسلام نے جس حد تک ممکن ہو دوسرے مذاہب کے ساتھ تعاون کی تعلیم دی ہے۔ تاکہ تعمیری کاموں میں باہم اشتراک کی وجہ سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں ان سے استفادہ کیا جا سکے اور اختلافات کی خلیج وسیع نہ ہو۔ جیسا کہ فرمایا یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کہ اے اہل کتاب آؤ کم سے کم ان باتوں میں تو ہم باہم اتحاد کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں۔ پھر اسلام نے تبلیغ و ارشاد میں نرمی اور سلامت روی اختیار کرنے کی تلقین کر کے باہمی چپقلش کی اس راہ کو بھی مسدود کر دیا کہ اکثر لوگ مخالف کے دلائل کو توڑنے اور اپنے معتقدات کی تلقین کے لئے سلامت روی کی بجائے بے راہ روی اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہ چیز باہم آویزش کو فروغ دینے کا موجب بنتی ہے

بے جا الزامات

تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ ان حقائق کے باوجود اس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر مذہب کے بارے میں جبر و اکراہ کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ آپ نے کہا اس کی متعدد وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ جن عیسائی لوگوں کی طرف سے یہ الزام اچھالا جا رہا ہے ان کی اپنی تعلیم اور تاریخ جبر و اکراہ کے الزام سے داغدار ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسلام دیکھتے ہی دیکھتے اس سرعت کے ساتھ ربع مسکون پر چھا گیا کہ جس کی کوئی مثال مذاہب عالم کی تاریخ میں نہیں ملتی دنیا والے جو روحانی اسباب اور اخلاقی طاقتوں سے بیگانہ تھے۔ بجز جبر یعنی مادی اسباب کے اس کا اور کوئی سبب باور نہیں کر سکے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ معترضین کی نظر مسلمانوں کی تبلیغی جدوجہد پر نہیں گئی۔ اگر ہر ملک کی تاریخ کے صفحات ان کے سامنے ہوتے اور وہ دیکھ سکتے کہ کس طرح عرب شام افریقہ ہندوستان۔ انڈونیشیا اور چین میں اسلام پھیلا ہے تو وہ ایسے اعتراض کی کبھی جرأت نہ کرتے۔ آپ نے ان وجوہات کے ثبوت میں خود بعض مغربی مصنفین کے حوالے پیش کئے۔ اور پھر بعض مستشرقین کے ایسے حوالے بھی پڑھ کر سنائے جن میں اس امر کو تسلیم کیا گیا تھا کہ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن جبر و تشدد سے پاک ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے جن مستشرقین کی کتب کے حوالے پیش کئے ان میں ہالم، ولیم میور اور کیتانی شامل تھے

خطاب عام

آخر میں آپ نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی کہ مسلمان بالعموم رواداری کی اس تعلیم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے گذشتہ فسادات پنجاب کی طرف بھی اشارہ کیا اور بتایا کہ رواداری کی اس بے نظیر تعلیم کو بھلا دینے ہی کا نتیجہ تھا کہ احمدیوں کے خلاف اس قسم کی انسانیت سوز حرکات روا رکھی گئیں۔ حالانکہ یہ احمدی وہ تھے کہ جن کا اور باقی دوسرے مسلمانوں کا خدا ایک۔ رسول ایک۔ قبلہ ایک اور کلمہ ایک ہے۔ آپ نے احباب جماعت کو بھی توجہ دلائی کہ وہ کسی حال میں بھی اپنے فرائض سے غافل نہ ہوں۔ اپنا رویہ ہمیشہ مصالحانہ اور روادارانہ رکھیں غیر از جماعت لوگوں کے ساتھ بھائیوں کی طرح ملیں ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے دوسروں کے حقوق پوری طرح ادا کریں۔ اس کے بعد آپ نے سب لوگوں سے درد بھرے لہجے میں خطاب کرتے ہوئے کہا۔ آؤ پس ہم سب مل کر عہد کریں کہ بنی نوع انسان کے ساتھ مذہبی اختلافات کے باوجود صلح امن آشتی اور رواداری کے ساتھ رہیں گے۔ اور اس پاک نمونے کو پھر سے دنیا میں قائم کر دیں گے۔ جس کا ظہور آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل بطحاء کی پاک وادی میں ہوا تھا۔

مزید تقاریر کا خلاصہ کل کی اشاعت میں ملاحظہ فرمائیں